OPEN ACCESS
ACTA ISLAMICA
ISSN (Print): 2411-7315
ISSN (Online): 2791-0067
https://aisbbu.com/

علماءدیوبندکابرصغیرپاک وہندمیں انگریزکے خلاف جہادکاایک تجزیاتی مطالعہ

An analytical study of the Jihad against the British in the Indian subcontinent by Deoband scholars

Muhammad Asif khan
PH. D Scholar Department of Islamic Theology Hazara University Mansehra

Dr Muhammad Riaz khan Al-azhari
Associate Professor Department of Islamic Theology
Islamia College Peshawar
drriaz@icp.edu.pk

Abstract

The struggle against British colonial rule in the Indian subcontinent witnessed significant contributions from various resistance movements, among which the role of the scholars of Deoband stands out as a pivotal force. This research provides an analytical study of the jihad led by Deobandi scholars against British imperialism, examining its historical background, ideological foundations, and practical implementation. The study aims to explore the motivations behind their resistance, the strategies they employed, and the impact of their efforts on the broader anti-colonial movement in the region.

Using a historical-analytical approach, this research investigates the socio-political and religious factors that inspired the scholars of Deoband to challenge British authority. The study delves into key resistance movements, such as the Silk Letter Movement (Tehreek-e-Reshmi Rumal), the Khilafat Movement, and other organized struggles, highlighting the active participation of Deobandi scholars in mobilizing the masses against colonial oppression. Additionally, it examines the intellectual discourse propagated by these scholars, which framed their opposition to foreign rule as both a nationalistic and religious duty.

The findings of this study suggest that the scholars of Deoband played a crucial role in shaping anti-colonial sentiments and fostering a spirit of resistance among the Muslim population of the subcontinent. Their contributions extended beyond armed struggle, as they also emphasized political awareness, religious education, and social reform as tools to combat imperial dominance. By analyzing historical records, primary sources, and scholarly interpretations, this research underscores the enduring influence of Deobandi scholars in the fight for independence.

CC BY

This study not only highlights an essential chapter in the history of the subcontinent's freedom movement but also provides insight into the broader theme of religiously motivated resistance against colonial rule. The legacy of Deobandi scholars continues to resonate in contemporary discussions on the intersection of faith, politics, and national sovereignty.

Keywords: Deobandi Scholars, Anti-Colonial Resistance, British Imperialism,Silk Letter Movement, Khilafat Movement, Religious Nationalism Political Awareness, Freedom Movement.

تمہید:Comprehensible

اسلام کی آفاقی اور ہمہ جہت تعلیمات انسانی زندگی کی انفرادی اور اجتماعی شعبہ ہائے حیات کو محیط کئے ہوئے ہیں۔ اسلام کا تصورامن ان تمام تعلیمات کا مرکزو محور تصور کیا جاتاہے۔اسلام نے انفرادی اور اجتماعی سطح پر قیام امن، نظام عدل، حقوق انسانی کی بالادستی اور ظلم واستبداد کے خاتمے کے لئے تصور جہاد عطا کیا ہے۔ جہاد انسانی زندگی میں انفرادی زندگی سے لے کر قومی وملی زندگی کے ہر شعبہ میں امن وانصاف کے قیام کی ہر اس کوشش کا نام ہے، جس سے معاشرہ کی بہتری اور فلاح مقصود ہو۔ گردش دوران میں وقوع پذیر ہونے والے چند حالات وواقعات نے اسلام کے اس پر خلوص اور خالصتاً قیام امن کے متلاشی فلسفہ جہاد کو غلط رنگ دے دیا۔اب دنیا میں جہاد قتل وغارت اور دہشت گردی کے متبادل کے طور پر جانا اور پہچانا جاتاہے۔ حقیقت میں جہاد ایک پرامن، تعمیری اور روحانی جہدوجہد کا نام ہے جو ایک ایسے معاشرہ کی تعمیر کے لئے کی جائے جہاں ہر شخص زبان اور قلم کے ذریعے اپنا پیغام دوسروں تک پہچانے کے لئے آزاد ہو، معاشرے میں امن کا دور دورہ ہو اور انسانی حقوق مکمل طور پر محفوظ ہوں۔

علمائے دیوبند کی تاریخ، جہاد کے فکری اور عملی پہلوؤں سے جُڑی ہوئی ہے۔انگریز سامراج کے خلاف مزاحمت ہو، مسلم ممالک کے خلاف استعماری سازشوں کا مقابلہ ہو، یاامت مسلمہ کے سیاسی اور دینی تشخص کا تحفظ، علمائے دیوبند ہر میدان میں صفِ اول میں نظر آتے ہیں۔ان کے جہادی نظریات کی بنیاد قرآن وسنت پر استوار ہے، جس میں جہاد کو نہ صرف ایک شرعی حکم، بلکہ ایک روحانی واصلاحی تحریک کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

جہاد کو علمائے دیوبند نے ہمیشہ ظلم کے خلاف جدوجہد اور دین کے دفاع کا اہم ذریعہ سمجھا۔ان کی تعلیمات اور تحریکات نے برصغیر میں مسلمانوں کے اندر آزادی، خود مختاری اور دینی غیرت کا جذبہ پیدا کیا۔ دارالعلوم دیوبند، جو 1866 میں قائم ہوا، نہ صرف ایک تعلیمی ادارہ تھا، بلکہ ایک فکری تحریک کا مرکز بھی تھا، جہاں سے جہاد کے فکری اور عملی اصول وضع کیے گئے۔

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ[1] کی قیادت میں تحریکِ ریشمی رومال اس سلسلے کی ایک نمایاں مثال ہے، جو انگریز سامراج کے خلاف ایک منظم منصوبہ بندی کی عکاسی کرتی ہے۔اسی طرح مولانا عبید اللہ سندھیؒ[2]، مولانا حسین احمد مدنیؒ[3]، اور دیگر اکابر نے برطانوی استعمار کے خلاف بین الاقوامی سطح پر جہاد کی حمایت اور مسلم وحدت کی کوششیں کیں۔

تعارف:INTRODUCTION

علمائے دیوبند کا جہاد محض ایک عسکری مزاحمت نہیں، بلکہ ایک نظریاتی اور اصلاحی تحریک بھی تھی، جس کا مقصد امت مسلمہ کو سیاسی، سماجی، اور دینی سطح پر مضبوط کرنا تھا۔یہ جہاد ہمیشہ اصولوں پر مبنی رہا، جس میں ظلم وفساد کے خاتمے اور عدل وانصاف کے قیام کو بنیادی حیثیت دی گئی۔

زیر نظر مقالہ میں علمائے دیوبند کے جہادی افکار و نظریات کو تاریخی، نظریاتی، اور عملی پہلوؤں سے بیان کیا جائے گا۔ان کی تحریکات، قربانیاں، اور انقلابی سوچ کا جائزہ لیا جائے گا، اور یہ بھی واضح کیا جائے گا کہ ان کے نظریات نے نہ صرف برصغیر، بلکہ بین الاقوامی مسلم تحریکات پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے۔زیر نظر مقالہ اس بات کو سمجھنے کا ایک موقع فراہم کرے گا کہ علمائے دیوبند کا جہاد کس طرح دین، ملت، اور انسانیت کی خدمت کا ایک روشن باب ہے۔ان کے افکار آج بھی مسلمانوں

کے لیے ایک رہنمائی فراہم کرتے ہیں، جس میں جہاد کو فتنہ و فساد سے الگ کر کے ایک منظم اور پرامن جدوجہد کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ جہاد کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے سب سے پہلے ہم جہاد پر سابقہ کام کا جائزہ پھر جہاد کی تعریف، اقسام اور اس کا حکم بیان کریں گے اور پھر تفصیل کے ساتھ علمائے دیوبند کا برصغیر پاک وہند میں انگریز کے خلاف جہاد کا تجزیاتی مطالعہ تفصیل سے بیان کریں گے۔

سابقہ کام کا جائزہ: Review of Previous Work

اس موضوع پر مختلف کتابیں اور کتابچے لکھی گئی ہیں، جن میں مشہور کتابوں اور کتابچوں کے نام یہ ہیں:

1 "دیوبند اور جہاد" تصنیف: مولانا عتیق الرحمن سنبھلی۔

2 "1857 کی جنگ آزادی اور علمائے دیوبند کا کردار" بینات، جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی، پاکستان۔

3 "دارالعلوم دیوبند اور جمعیت علماء ہند کا ملک کی جنگ آزادی میں تاریخی کردار" تصنیف: مولانا سید ارشد مدنی۔

4 "جنگ آزادی میں مدارس اسلامیہ کے علمائے کرام کی قربانیاں" تصنیف: مولانا شوکت علی بستوی، استاذ تفسیر و ادب دارالعلوم دیوبند۔

5 "شہنشاہ جارج پنجم اور علمائے دیوبند کا اعلان جنگ"

جہاد کی تعریف

لفظ جہاد "جهد" سے ماخوذ ہے، یہ ایک کثیر المعانی لفظ ہے جس کے لغوی معنی سخت محنت، مشقت، طاقت، استطاعت کوشش اور جدوجہد کے ہیں۔

چند مشہور ائمہ نے جہاد کی تعریف درج ذیل الفاظ میں کی ہے:

امام ابن فارسؒ(4) لفظ جہاد کے معنی یوں بیان کرتے ہیں:

"جهد الجيم والهاء والدال اصله المشقة، ثم يُحْمَلُ عليه ما يُقَارِبُه"(5)۔

(لفظ جہد "ج، ہ، اور د" کے معنی محنت اور مشقت کے ہیں، پھر اس کا اطلاق اس کے قریب المعانی الفاظ پر بھی کیا جاتا ہے۔)

علامہ راغب اصفہانیؒ(6) المفردات میں فرماتے ہیں:

"الجهاد والمجاهدة استفراغ الواسع فی مدافعة العدوِ"(7)۔

(دشمن کے مقابلہ و مدافعت میں فوراً اپنی پوری قوت و طاقت سے ضرب کرنا جہاد کہلاتا ہے)

جہاد کی اقسام

فقہائے احناف کے نزدیک جہاد کی دو قسمیں ہیں:

1۔ فرض عین (دفاعی جہاد)

2۔ فرض کفایہ (اقدامی جہاد)

جہاد ایک مقدس فریضہ ہے جو اللہ کے دین کو سربلند کرنے اور باطل قوتوں کو شکست دینے کے لیے لازم آتا ہے۔ یہ صرف دفاعی نوعیت کا نہیں بلکہ جب اسلامی ریاست مستحکم ہو اور دنیا میں کہیں بھی ظلم و جبر کا نظام قائم ہو، یا کفار اسلام کے پیغام کو پھیلنے سے روکنے کی کوشش کریں، تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ طاقت کے ذریعے اس کا مقابلہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں واضح حکم دیا ہے کہ فتنہ کو جڑ سے ختم کر دیا جائے تاکہ اللہ کا کلمہ سب سے بلند ہو جائے۔

اقدامی جہاد کا مقصد دنیا میں اللہ کا دین نافذ کرنا اور کفر کے نظام کو مٹانا ہے۔جب مسلمانوں کو یہ طاقت حاصل ہو جائے کہ وہ اپنے دشمنوں کو زیر کر سکیں، تو انہیں انتظار کرنے کے بجائے آگے بڑھ کر ظلم و جبر کا خاتمہ کرنا چاہیے، تا کہ اللہ کی زمین پر عدل و انصاف قائم ہو۔اسلام کے پیغام کو پوری دنیا تک پہنچانا اور باطل قوتوں کو شکست دینا ایک دینی ذمہ داری ہے۔

جہاد میں شریک ہونا ہر مسلمان کا فرض ہے، اور اسلامی ریاست کے حکمران پر لازم ہے کہ جب حالات موافق ہوں تو وہ کفار کے خلاف جنگ کا اعلان کرے۔یہ جنگ صرف میدان جنگ تک محدود نہیں، بلکہ ہر قسم کے وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے کفریہ نظام کو ختم کرنا اور اسلامی قوانین کا نفاذ کرنا اقدامی جہاد کا بنیادی مقصد ہے اس جہاد میں شرکت فرض کفایہ ہے، یعنی کچھ لوگ شریک ہو جائیں تو باقیوں کی طرف سے یہ ذمہ داری ادا ہو جائے گی۔لیکن اگر کسی اسلامی ملک پر غیر مسلم حملہ کر دیں، تو اس ملک کے مسلمانوں پر اپنے وطن کے دفاع کے لئے جہاد کرنا فرض عین ہو جائے گا۔اور اگر وہ اسلامی ملک اپنے دفاع کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس کے قریب کے اسلامی ممالک پر اس ملک کے دفاع کے لئے جہاد کرنا فرض عین ہو جائے گا۔

مشہور حنفی عالم شمس الائمہ سرخسیؒ (8) نے اسی نقطہ کو یوں بیان فرمایا (9):

جہاد کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم فرض عین ہے، جب ایک مسلمان حکومت غیر مسلم حکومت پر حملہ کرنے کا عام حکم دے۔تو ہر شخص پر اپنی استطاعت کے مطابق جہاد فرض عین ہے۔ارشاد ربانی ہے:

(انفروا خفافا و ثقالاً) (10) (نکلو، خواہ ہلکے یا بوجھل)۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد ربانی ہے:

"یا ایھاالذین امنوا مالکم اذا قیل لکم انفرو افی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیٰوۃ الدنیا من الاخرۃ فما متاع الحیاۃ الدنیا فی الاخرۃ الا قلیل (11)"

(اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا، جب تم سے اللہ تبارک و تعالی کی راہ میں نکلنے کے لئے کہا گیا تو تم زمین سے چمٹ کر رہ گئے، کیا تم نے آخرت کے مقابلے میں دنیاوی زندگی کو پسند کر لیا ہے؟ آخرت کے مقابلے میں دنیاوی زندگی کی متاع تو محض قلیل ہے)۔

دوسری قسم فرض کفایہ ہے، جس میں بعض مسلمانوں کے جہاد کرنے سے باقی مسلمانوں سے جہاد ساقط ہو جاتا ہے، کیونکہ صرف ان کے جہاد کی وجہ سے غیر مسلم رک گئے اور مسلمانوں کا غلبہ تسلیم کیا اور جہاد سے یہ ہی مقصود ہوتا ہے (12)۔

دار العلوم دیوبند کا قیام اور جہاد کی فکری تحریک کا آغاز

انیسویں صدی کے وسط میں برصغیر میں مغلیہ سلطنت کے زوال اور برطانوی سامراج کے غلبے نے مسلمانوں کی سیاسی، سماجی، اور دینی حالت کو انتہائی کمزور کر دیا تھا۔1857ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد مسلمانوں پر سیاسی، تعلیمی، اور اقتصادی زوال کا سایہ گہرا ہو گیا۔انگریزی حکومت نے نہ صرف مسلمانوں کو سیاسی طور پر بے دخل کیا، بلکہ ان کی دینی تعلیمات، ثقافت، اور تہذیبی تشخص کو بھی ختم کرنے کی کوشش کی۔ان حالات میں علمائے کرام نے یہ محسوس کیا کہ مسلمانوں کی بقا کے لیے ایک ایسے ادارے کی ضرورت ہے، جو اسلامی علوم کی حفاظت کرے اور مسلمانوں کو دین کی سربلندی اور آزادی کے لیے تیار کرے۔

1866ء میں دار العلوم دیوبند کا قیام اسی پس منظر میں عمل میں آیا۔یہ ادارہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ 13 اور ان کے رفقاء کی قیادت میں وجود میں آیا۔دار العلوم دیوبند کا مقصد صرف تعلیمی نہیں تھا، بلکہ یہ ایک فکری تحریک کا آغاز تھا، جو دین کی حفاظت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو سامراجی غلامی سے نجات دلانے کے لیے فکری و عملی رہنمائی فراہم کرے۔

دار العلوم دیوبند اور جہاد کی فکری بنیاد

دار العلوم دیوبند کے قیام کا مقصد صرف علماء پیدا کرنا نہیں تھا، بلکہ ایسے مجاہدینِ فکر و عمل تیار کرنا تھا، جو دینِ اسلام کی حفاظت کریں اور مسلمانوں کو سامراجی نظام سے آزادی دلانے کے لیے فکری اور عملی جدوجہد کریں۔ اس کی فکری بنیاد ان علما کے اسلاف کی جدوجہد سے متاثر تھی، جن میں شاہ ولی اللہؒ[14]، شاہ عبدالعزیزؒ[15]، سید احمد شہیدؒ[16]، اور دیگر اصلاحی اور جہادی شخصیات شامل تھیں۔

جہاد کی فکری تحریک کا آغاز

دار العلوم دیوبند کے قیام کے ساتھ ہی علمائے دیوبند نے جہاد کی فکری تحریک کو منظم کیا۔ انہوں نے قرآن و سنت کی روشنی میں جہاد کی اہمیت کو اجاگر کیا اور اسے ایک شرعی فریضہ کے طور پر پیش کیا۔ چنانچہ علمائے دیوبند نے اپنی تقریروں، تحریروں، اور نصاب میں قرآن و حدیث کے ذریعے جہاد کی اہمیت کو اجاگر کیا۔

انہوں نے یہ واضح کیا کہ جہاد صرف جنگ نہیں، بلکہ ظلم و جبر کے خلاف ایک جامع جدوجہد ہے، جس کا مقصد دینی اور انسانی اقدار کا تحفظ ہے۔

تعلیمی نظام میں جہادی فکر کا فروغ

علمائے دیوبند نے دار العلوم دیوبند کے نصاب میں ایسے مضامین شامل کیے گئے، جو مسلمانوں کو دینی اور فکری طور پر مضبوط کرنے کے ساتھ ساتھ سامراجی قوتوں کے خلاف کھڑا ہونے کی تربیت فراہم کرے۔ فقہ، حدیث، اور تاریخ کے مضامین کے ذریعے طلبہ کو یہ شعور دیا گیا کہ ظلم کے خلاف جدوجہد اسلامی تعلیمات کا حصہ ہے۔

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کا جہادی تحریک میں کردار

مولانا محمود حسنؒ، جنہیں شیخ الہند کہا جاتا ہے، دار العلوم دیوبند کی جہادی تحریک کے سب سے نمایاں رہنما تھے۔

انہوں نے اپنی پوری زندگی مسلمانوں کو انگریزی سامراج کے خلاف بیدار کرنے اور عملی جہاد کی راہ دکھانے میں گزاری۔ ان کا نظریہ یہ تھا کہ آزادی اور دینی خود مختاری مسلمانوں کا شرعی حق ہے، اور اس کے حصول کے لیے انگریزی سامراج کے خلاف منظم جدوجہد کی ضرورت ہے۔

دار العلوم دیوبند کا فکری اثر

دار العلوم دیوبند کی فکری تحریک نے مسلمانوں کو سامراجی نظام کے خلاف فکری و عملی میدان میں تیار کیا۔ اس ادارے کے علما نے جہاد کو صرف ایک عسکری جدوجہد تک محدود نہیں رکھا، بلکہ اسے فکری، سماجی، اور دینی اصلاح کے لیے ایک جامع حکمت عملی کے طور پر اپنایا۔

مسلمانوں میں بیداری

علمائے دیوبند کی کوششوں نے مسلمانوں کو دینی غیرت، آزادی کی اہمیت، اور سامراجی استبداد کے خلاف مزاحمت کے شعور سے روشناس کیا۔

تحریکِ آزادی پر اثر

دار العلوم دیوبند نے تحریک آزادی کو فکری اور عملی بنیاد فراہم کی۔

علمائے دیوبند نے انگریزوں کے خلاف جہاد کے لیے عوام کو تیار کیا اور انہیں دینی اور سیاسی شعور دیا۔

دار العلوم دیوبند کا قیام صرف ایک تعلیمی ادارے کا آغاز نہیں تھا، بلکہ یہ ایک فکری تحریک کی بنیاد تھی، جو برصغیر کے مسلمانوں کو دینی شعور اور سامراجی تسلط کے خلاف جدوجہد کے لیے تیار کرتی تھی۔ یہ تحریک شاہ ولی اللہؒ اور ان کے جانشینوں کے افکار کا تسلسل تھی اور اس نے مسلمانوں کو آزادی اور خود مختاری کی راہ دکھائی۔

دار العلوم دیوبند آج بھی مسلمانوں کی فکری و دینی رہنمائی کا ایک عظیم مرکز ہے، جو ان کے جہادی افکار کی بقا اور فروغ کا ذریعہ ہے۔

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے افکار اور ان کا انقلابی جہاد کے لیے نظریاتی خاکہ

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ (1851ء-1920ء) علمائے دیوبند کے عظیم رہنما اور برصغیر کی تحریک آزادی کے اہم ترین مجاہد تھے۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی فضلا میں سے تھے اور وہاں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ شیخ الہند کو دیوبند کی جہادی تحریک کا نظریاتی معمار سمجھا جاتا ہے۔ ان کے افکار اور عملی جدوجہد نے مسلمانوں کو انگریزی استعمار کے خلاف ایک جامع حکمت عملی فراہم کی۔

مولانا محمود حسنؒ کے فکری نظریات:

مولانا محمود حسنؒ کے افکار اسلام کی انقلابی تعلیمات اور برصغیر کے حالات کے عملی تجزیے پر مبنی تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کی آزادی اور خود مختاری کو دینی فریضہ قرار دیا اور اس کے لیے انقلابی جہاد کا نظریہ پیش کیا۔

1۔ **اسلامی خلافت کی بحالی**

مولانا محمود حسنؒ نے خلافت کے تصور کو مسلمانوں کی دینی و سیاسی بقا کے لیے ناگزیر قرار دیا۔

-ان کے نزدیک مسلمانوں کی تمام مشکلات کا حل خلافت کے قیام اور اسلامی نظام حکومت میں مضمر تھا۔

2۔ **غیر ملکی تسلط کا خاتمہ**

-انہوں نے غیر ملکی سامراج کو مسلمانوں کے دینی اور تہذیبی تشخص کے لیے سب سے بڑا خطرہ سمجھا۔ ان کا ماننا تھا کہ انگریزی سامراج کا خاتمہ نہ صرف مسلمانوں، بلکہ تمام مظلوم اقوام کے لیے ضروری ہے۔

3۔ **مسلمانوں کی خود مختاری**

مولانا محمود حسنؒ نے مسلمانوں کو سیاسی، سماجی، اور دینی طور پر خود مختار بنانے کی کوشش کی۔ ان کے نزدیک آزادی کا حصول ہر مسلمان کی دینی ذمہ داری ہے۔

تحریکِ ریشمی رومال (انقلابی جہاد کا خاکہ)

مولانا محمود حسنؒ نے انگریزی حکومت کے خلاف مسلمانوں کو منظم کرنے کے لیے تحریکِ ریشمی رومال کا آغاز کیا۔ یہ تحریک نہ صرف ایک انقلابی جدوجہد تھی، بلکہ جہادی حکمت عملی کا ایک عملی نمونہ بھی تھی۔

1۔ **تحریک کا پس منظر**

1857ء کی ناکام جنگ آزادی کے بعد برطانوی حکومت نے مسلمانوں کو مزید کمزور کرنے کی کوشش کی۔ مولانا محمود حسنؒ نے ان حالات میں انگریزوں کے خلاف ایک منظم بغاوت کا منصوبہ بنایا۔

2۔ **تحریک کا منصوبہ**

تحریک کا مقصد برطانوی حکومت کے خلاف ایک بین الاقوامی اتحاد قائم کرنا تھا۔ انہوں نے افغانستان، ترکی، اور دیگر مسلم ممالک کے ساتھ مل کر برطانوی تسلط کے خلاف جدوجہد کا خاکہ تیار کیا۔

3۔ **ریشمی رومال کے خطوط**

تحریک کو خفیہ رکھنے کے لیے خطوط ریشمی رومالوں پر لکھے جاتے تھے، جن میں بغاوت کے منصوبے اور حکمت عملی بیان کی جاتی تھی۔ ان خطوط کے ذریعے مختلف مجاہدین اور علما کے درمیان رابطے قائم کیے گئے۔

4۔ **مولانا عبید اللہ سندھیؒ کا کردار**

مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے تحریک کو عملی جامہ پہنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے افغانستان اور دیگر مسلم ممالک میں تحریک کے لیے حمایت حاصل کی۔

شیخ الہند کی عملی قربانیاں

1۔ قید و بند کی صعوبتیں

1916ء میں تحریک ریشمی رومال کے انکشاف کے بعد مولانا محمود حسنؒ اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ آپ کو مالٹا بھیج دیا گیا، جہاں آپ نے کئی سال تک قید کی صعوبتیں برداشت کیں۔

2۔ تحریکِ آزادی پر اثر

شیخ الہند کی قربانیاں برصغیر کی تحریک آزادی کے لیے مشعل راہ ثابت ہوئی۔ ان کی رہنمائی نے نہ صرف علما، بلکہ عوام کو بھی آزادی کے لیے جدوجہد پر آمادہ کیا۔

شیخ الہند کے افکار کا اثر

1۔ علمائے دیوبند کی تحریکات

مولانا محمود حسنؒ کے نظریات نے علمائے دیوبند کی جہادی فکر کو ایک عملی شکل دی۔ ان کے شاگردوں نے آزادی کی تحریک میں اہم کردار ادا کیا۔

2۔ بین الاقوامی جہادی حکمت عملی

شیخ الہند کی کوششوں نے مسلمانوں کو بین الاقوامی سطح پر اتحاد اور جدوجہد کا سبق دیا۔ ان کی حکمت عملی آج بھی اسلامی تحریکات کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کا انقلابی جہاد کا نظریاتی خاکہ برصغیر کی تحریک آزادی کی بنیاد بنا۔ ان کے افکار نے نہ صرف علمائے دیوبند کو سامراج کے خلاف منظم کیا، بلکہ مسلمانوں کو دینی اور سیاسی آزادی کے لیے قربانی دینے کا درس دیا۔ ان کی خدمات اور قربانیاں آج بھی مسلمانوں کے لیے جدوجہد اور استقامت کی ایک عظیم مثال ہیں۔

دار العلوم کے نصاب میں جہاد کی اہمیت اور طلبہ کی تربیت

دار العلوم دیوبند، اپنے قیام کے ابتدا سے ہی، صرف ایک دینی مدرسہ نہیں تھا، بلکہ مسلمانوں کی فکری، دینی، اور جہادی تربیت کا ایک مرکز تھا۔ اس کا مقصد ایسے علما اور رہنما تیار کرنا تھا جو نہ صرف دینی علوم میں مہارت رکھتے ہوں، بلکہ امت مسلمہ کی قیادت کرتے ہوئے سامراجی قوتوں کے خلاف جدوجہد کا شعور بھی رکھتے ہوں۔ اس کے نصاب میں شامل مضامین، تربیتی طریقے، اور عملی ماحول اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے ترتیب دیے گئے تھے۔

دار العلوم کا نصاب اور جہادی فکر

دار العلوم دیوبند کا نصاب برصغیر میں اس وقت کے مشہور درس نظامی کے بنیادی ڈھانچے پر مبنی تھا، لیکن اس میں ایسی ترامیم کی گئیں، جنہوں نے اسے مسلمانوں کے دینی اور فکری احیا کے ساتھ ساتھ عملی جہاد کی تیاری کے لیے موزوں بنایا۔

1۔ قرآن و حدیث پر زور

قرآن و حدیث کے مضامین کو مرکزی حیثیت دی گئی، تاکہ طلبہ دین کی اصل بنیادوں کو سمجھ سکے۔ جہاد سے متعلق قرآنی آیات اور احادیث کو خاص طور پر پڑھایا جاتا تھا، تاکہ طلبہ کو اسلامی جدوجہد کی اہمیت کا شعور ہو۔

2۔ فقہ اور اصولِ فقہ

فقہ کے مضامین میں جہاد کے احکام، اس کے اصول و ضوابط اور اسلامی قوانین کی وضاحت شامل تھی۔ اس سے طلبہ کو عملی جدوجہد کے لیے شرعی رہنمائی فراہم کی گئی۔

3۔ تاریخ اسلام

مسلمانوں کی تاریخی جدوجہد، فتوحات اور جہاد کے واقعات نصاب کا حصہ تھے۔ ان واقعات نے طلبہ کو اسلامی تاریخ کے انقلابی پہلوؤں سے روشناس کرایا اور انہیں عملی طور پر ان کی پیروی کی ترغیب دی۔

4۔ منطق و فلسفہ

نصاب میں منطق اور فلسفے کو شامل کرنے کا مقصد طلبہ کو فکری طور پر مضبوط بنانا تھا، تاکہ وہ سامراجی پراپیگنڈے کا جواب دے سکے۔ اس نے طلبہ کو علمی اور فکری محاذ پر مسلمانوں کا دفاع کرنے کے قابل بنایا۔

طلبہ کی عملی تربیت

دار العلوم دیوبند میں نہ صرف تعلیمی، بلکہ عملی تربیت کا بھی خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ طلبہ کو ایسی سرگرمیوں میں شامل کیا جاتا تھا، جو انہیں جہاد اور جدوجہد کے لیے ذہنی اور جسمانی طور پر تیار کرتی تھیں۔

1۔ ذہنی تربیت

طلبہ کو سامراجی تسلط اور انگریزی حکومت کے مظالم سے آگاہ کیا جاتا تھا۔ ان کے اندر اسلامی غیرت اور آزادی کی جدوجہد کا جذبہ پیدا کیا جاتا تھا۔

2۔ خطابت اور عوامی رہنمائی

طلبہ کو خطابت کی تربیت دی جاتی تھی، تاکہ وہ عوام کے درمیان دینی اور سیاسی شعور اجاگر کر سکیں۔ انہیں عوامی اجتماعات میں شرکت کرنے اور اپنی بات مؤثر انداز میں پیش کرنے کی تربیت دی جاتی تھی۔

3۔ روحانی تربیت

روحانی طور پر مضبوط بنانے کے لیے عبادات، ذکر اور دعا کا ماحول پیدا کیا جاتا تھا۔ یہ تربیت طلبہ کے اندر صبر، استقامت، اور قربانی کا جذبہ پیدا کرتی تھی۔

4۔ عملی تربیت

اگرچہ دار العلوم ایک عسکری مرکز نہیں تھا، لیکن طلبہ کو عملی طور پر جدوجہد کے لیے تیار کیا جاتا تھا۔ ان کی تربیت میں تنظیم سازی، عوامی تحریکات کی قیادت اور انقلابی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی تیاری شامل تھی۔

جہاد کی اہمیت پر علماء کی توجہ

دار العلوم دیوبند کے اساتذہ اور اکابرین طلبہ کو خاص طور پر جہاد کی اہمیت سے آگاہ کرتے تھے۔

1۔ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ

وہ طلبہ کو آزادی اور خلافت کی اہمیت کے بارے میں درس دیتے تھے۔ ان کی تعلیمات میں جہاد کو مسلمانوں کی آزادی اور دینی تشخص کے تحفظ کا اہم ذریعہ قرار دیا گیا۔

2۔ مولانا عبید اللہ سندھیؒ

انہوں نے طلبہ کو یہ سمجھایا کہ انگریزی استعمار کے خلاف جدوجہد ان کا دینی اور قومی فریضہ ہے۔ انہوں نے جہاد کو ایک عملی تحریک کے طور پر پیش کیا۔

3۔ دیگر اساتذہ

دیگر اساتذہ، جیسے مولانا رشید احمد گنگوہیؒ[17] اور مولانا اشرف علی تھانویؒ[18]، نے بھی طلبہ کو دینی غیرت اور جہادی فکر کے ساتھ تیار کرنے پر زور دیا۔

دار العلوم دیوبند کی تربیت کے اثرات

1۔ انقلابی قیادت کی تیاری

دارالعلوم دیوبند نے ایسے علما تیار کیے، جنہوں نے تحریک ریشمی رومال، خلافت تحریک، اور دیگر انقلابی سرگرمیوں میں نمایاں کردار ادا کیا۔ان علمانے برصغیر کی آزادی کی تحریک میں نہ صرف دینی رہنمائی فراہم کی، بلکہ عملی قیادت بھی کی۔

2۔ **عوامی بیداری**

دارالعلوم کے فارغ التحصیل علمانے عوام میں سامراج کے خلاف بیداری پیدا کی اور انہیں جہاد کی اہمیت سے آگاہ کیا۔

3۔ **بین الاقوامی اثر**

دارالعلوم دیوبند کی جہادی فکر کا اثر بین الاقوامی سطح پر بھی محسوس کیا گیا۔ اس نے خلافتِ عثمانیہ اور دیگر مسلم تحریکات کو فکری اور عملی حمایت فراہم کی۔ دارالعلوم دیوبند کا نصاب اور طلبہ کی تربیت اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ ادارہ مسلمانوں کی دینی، فکری اور عملی رہنمائی کا مرکز تھا۔اس نے مسلمانوں کو نہ صرف دینی تعلیم فراہم کی۔ بلکہ انہیں سامراج کے خلاف جہاد اور جدوجہد کے لیے تیار کیا۔ یہ تربیت برصغیر کی تحریک آزادی کے لیے ایک اہم سنگ میل ثابت ہوا اور مسلمانوں کے دینی اور قومی تشخص کو محفوظ رکھنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔

انگریز استعمار کے خلاف علمائے دیوبند کی مزاحمتی جدوجہد

برصغیر کی تاریخ میں انگریزوں کا تسلط مسلمانوں کے سیاسی، سماجی، اور دینی تشخص کے لیے ایک سنگین چیلنج بن کر ابھرا۔ 1857ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد انگریزوں نے مسلمانوں پر بدترین ظلم و جبر کے پہاڑ توڑتے ہوئے ان کی سیاسی طاقت کو ختم کر دیا اور ان کے دینی و سماجی وجود کو مٹانے کی کوشش کی۔ایسے میں علمائے دیوبند نے برطانوی استعمار کے خلاف نہ صرف فکری اور نظریاتی محاذ پر کام کیا، بلکہ عملی میدان میں بھی ایک منظم جدوجہد کی قیادت کی۔ یہ جدوجہد دینی شعور کی بیداری، تعلیمی اصلاحات، عوامی رہنمائی، اور انقلابی تحریکات کے ذریعے آگے بڑھی۔

فکری و تعلیمی جدوجہد

علمائے دیوبند نے مسلمانوں کے اندر دینی شعور کو بیدار کرنے اور انہیں استعمار کے خلاف مزاحمت کے لیے ذہنی طور پر تیار کرنے کے لیے سب سے پہلے فکری اور تعلیمی محاذ پر کام کیا۔انگریزوں نے مسلمانوں کی دینی تعلیم کو ختم کرنے کے لیے نہ صرف مغربی تعلیمی نظام متعارف کرایا، بلکہ ان کے مذہبی اداروں کو بھی کمزور کرنے کی کوشش کی۔ علمائے دیوبند نے اس چیلنج کا سامنا کرنے کے لیے دارالعلوم دیوبند، جیسے ادارے قائم کیے، جو مسلمانوں کی دینی، فکری اور سیاسی رہنمائی کا مرکز بنے۔

دارالعلوم دیوبند نے مسلمانوں کو دین کی اصل تعلیمات سے روشناس کرانے کے ساتھ ساتھ انہیں سامراجی تسلط کے خلاف کھڑا ہونے کا درس دیا۔اس تعلیمی نظام میں طلبہ کو قرآن وسنت کی روشنی میں جہاد کے نظریات اور اصولوں سے آگاہ کیا جاتا تھا، تاکہ وہ نہ صرف دین کے محافظ بنے، بلکہ ظلم و جبر کے خلاف قیادت بھی کر سکے۔ فقہ اور اصول فقہ کے مضامین میں جہاد کے احکام اور اس کے عملی تقاضے شامل کیے گئے، جبکہ اسلامی تاریخ کے ذریعے مسلمانوں کو ان کی عظیم جہادی روایات کا شعور دیا گیا۔

عوامی بیداری اور رہنمائی

علمائے دیوبند نے انگریزوں کے خلاف اپنی جدوجہد کو محض تعلیمی مراکز تک محدود نہیں رکھا، بلکہ عوامی سطح پر بھی کام کیا۔ان کے خطبات، فتاویٰ اور جلسے عوام میں سامراج کے خلاف بیداری پیدا کرنے کا ذریعہ بنے۔ علمائے دیوبند نے قرآن وحدیث کی روشنی میں مسلمانوں کو یہ باور کرایا کہ غلامی کو قبول کرنا اسلامی اصولوں کے خلاف ہے اور انگریزی سامراج کے خلاف جہاد کرنا ان کا دینی فریضہ ہے۔

ان کے فتاویٰ نے انگریزوں کے خلاف جدوجہد کو ایک دینی جواز فراہم کیا۔ مثلاً مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے فتاویٰ میں یہ واضح طور پر بیان کیا گیا کہ انگریزی تسلط مسلمانوں کے دینی اور سماجی حقوق کے لیے خطرہ ہے، اور اس کے خاتمے کے لیے ہر مسلمان کو اپنی استطاعت کے مطابق کوشش کرنی چاہیے۔

عملی مزاحمت: تحریک ریشمی رومال

علمائے دیوبند کی انگریزوں کے خلاف مزاحمتی جدوجہد کا نقطہ عروج تحریک ریشمی رومال کی شکل میں سامنے آیا، جو ایک خفیہ اور منظم بغاوت تھی۔ اس تحریک کی قیادت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے کی، جو دارالعلوم دیوبند کے عظیم استاد اور برصغیر کی جہادی تحریک کے اہم رہنما تھے۔

تحریک ریشمی رومال کا مقصد برطانوی سامراج کے خلاف مسلمانوں کو منظم کرنا، انہیں آزادی دلانا اور اسلامی خلافت کو بحال کرنا تھا۔ اس تحریک کے تحت مولانا محمود حسنؒ نے ترکی، افغانستان، اور دیگر مسلم ممالک کے ساتھ روابط قائم کیے اور ایک بین الاقوامی اتحاد بنانے کی کوشش کی۔ تحریک کے خفیہ پیغامات ریشمی کپڑوں پر لکھے جاتے تھے، تاکہ انگریزوں کی نظروں سے بچا جاسکے۔

اگرچہ تحریک ریشمی رومال برطانوی جاسوسی کے باعث ناکام ہوگئی اور مولانا محمود حسنؒ کو مالٹا کی قید میں ڈال دیا گیا، لیکن اس تحریک نے مسلمانوں کے اندر آزادی کا جذبہ پیدا کیا اور انہیں انگریزوں کے خلاف ایک منظم جدوجہد کے لیے تیار کیا۔

علمائے دیوبند کی قربانیاں

علمائے دیوبند کی انگریزوں کے خلاف مزاحمتی جدوجہد میں قربانیاں بے مثال تھیں۔ تحریک ریشمی رومال کے انکشاف کے بعد شیخ الہند کو مالٹا میں قید کر دیا گیا، جبکہ مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو جلاوطنی اختیار کرنی پڑی۔ ان کے ساتھ دیگر علما کو بھی قید وبند اور جلاوطنی کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑی۔

علمائے دیوبند نے اپنے تعلیمی اداروں، تحریروں اور عملی جدوجہد کے ذریعے مسلمانوں کے اندر ایک نئی روح پھونکی اور انہیں ظلم وجبر کے خلاف کھڑا ہونے کا درس دیا۔ ان کی یہ جدوجہد نہ صرف دینی اصولوں کی پاسداری کے لیے تھی، بلکہ مسلمانوں کے سیاسی اور سماجی حقوق کے تحفظ کے لیے بھی ایک انقلابی تحریک تھی۔

اثر ورسوخ

علمائے دیوبند کی یہ مزاحمتی جدوجہد برصغیر کی تحریک آزادی کی بنیاد بنی۔ ان کے افکار نے تحریک خلافت، تحریک پاکستان، اور دیگر آزادی کی تحریکات کو نظریاتی رہنمائی فراہم کی۔ ان کی قربانیاں اور خدمات مسلمانوں کو یہ سبق دیتی ہیں کہ دینی اصولوں کی حفاظت اور ظلم کے خلاف جدوجہد کے لیے قربانی دینا ضروری ہے۔

نتیجہ

علمائے دیوبند کی انگریز استعمار کے خلاف مزاحمتی جدوجہد برصغیر کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ ان کی یہ تحریک صرف ایک سیاسی جدوجہد نہیں تھی، بلکہ دینی شعور کی بیداری، سماجی اصلاح اور آزادی کے لیے ایک جامع کوشش تھی۔ ان کے افکار، خدمات، اور قربانیاں آج بھی مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ہیں اور برصغیر کی تحریک آزادی کے لیے ایک مضبوط بنیاد فراہم کرتی ہیں۔

تحریک ریشمی رومال کی منصوبہ بندی، انقلابی اثرات

1857ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد انگریزوں نے برصغیر کے مسلمانوں کو سیاسی، تعلیمی، اور اقتصادی میدان میں کمزور کر دیا۔ دینی تشخص کو مٹانے کے لیے مغربی ثقافت اور تعلیمی نظام نافذ کیا گیا۔ ان حالات میں دارالعلوم دیوبند کے علمائے کرام نے مسلمانوں کی دینی اور سیاسی آزادی کی تحریک شروع کی، جس کا نقطۂ عروج تحریک ریشمی رومال تھا۔ یہ تحریک برطانوی سامراج کے خلاف ایک منظم بغاوت کا منصوبہ تھا، جس کی قیادت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے کی۔ اس کا مقصد مسلمانوں کو آزادی دلانا اور خلافت اسلامیہ کی بحالی تھا۔

تحریک کی منصوبہ بندی اور خفیہ سرگرمیاں

تحریک کی منصوبہ بندی انتہائی منظم تھی اور خفیہ پیغامات ریشمی کپڑوں پر لکھ کر بھیجے جاتے تھے۔

بین الاقوامی روابط

مولانا محمود حسنؒ نے ترکی، افغانستان، اور جرمنی سے اتحاد کی کوشش کی، تاکہ انگریزوں کے خلاف ایک مضبوط محاذ قائم ہو۔ افغانستان کے حکمرانوں سے رابطہ کیا گیا، تاکہ وہ برصغیر میں انگریزوں کے خلاف بغاوت کی حمایت کرے۔ ترکی کے ساتھ خلافت عثمانیہ کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔ جرمنی کے ساتھ جنگ عظیم اول کے دوران تعاون کی راہ ہموار کرنے کی کوشش ہوئی۔

خفیہ پیغام رسانی

ریشمی رومال پر خفیہ ہدایات اور منصوبے لکھے جاتے، جن میں بغاوت کے نقشے اور تنظیمی تفصیلات شامل تھی۔

بغاوت کا منصوبہ

ہندوستان کے مختلف علاقوں میں ایک ساتھ بغاوت کا منصوبہ تھا، تاکہ برطانوی حکومت کو کئی محاذوں پر الجھایا جاسکے۔

مرکزی رہنما

1۔ **شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ**

تحریک کے قائد اور روح رواں تھے۔

2۔ **مولانا عبید اللہ سندھیؒ**

افغانستان میں تحریک کے اہم رابطہ کار تھے۔

3۔ **مولانا عزیر گلؒ**

خطوط کی ترسیل اور تنظیم کے انتظامات کے ذمہ دار تھے۔

ناکامی کے اسباب

1916ء میں انگریزوں نے تحریک کے خفیہ خطوط پکڑ لیے اور اہم رہنماؤں کو گرفتار کر لیا۔

جاسوسی کا انکشاف

تحریک کے منصوبے برطانوی جاسوسی نظام کی نظر میں آگئے، جس کے نتیجے میں مولانا محمود حسنؒ اور دیگر رہنماؤں کو گرفتار کر کے مالٹا بھیج دیا گیا۔

وسائل کی کمی

تحریک کو وسائل اور کارکنان کی کمی کا سامنا تھا۔

بین الاقوامی حمایت کی ناکامی

عالمی سطح پر تعاون کی کوششیں مکمل طور پر کامیاب نہ ہو سکی۔

تحریک کے اثرات

آزادی کا شعور

تحریک نے مسلمانوں کو انگریزوں کے خلاف بیدار کیا اور آزادی کی جدوجہد کا جذبہ پیدا کیا۔

علمائے دیوبند کا کردار

تحریک نے علمائے دیوبند کو مسلمانوں کا سیاسی رہنما بھی ثابت کیا۔

تحریک آزادی پر اثر

یہ تحریک خلافت تحریک اور دیگر آزادی کی جدوجہد کے لیے نظریاتی بنیاد بنی۔

برطانوی مخالفت

مسلمانوں میں انگریزوں کے خلاف نفرت اور جدوجہد کا عزم مزید مضبوط ہوا۔

تحریک ریشمی رومال برطانوی سامراج کے خلاف مسلمانوں کی خفیہ اور منظم جدوجہد کی ایک روشن مثال ہے، اگرچہ یہ تحریک اپنے فوری مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکی، لیکن اس نے آزادی کے جذبے کو بیدار کیا اور برصغیر کی تحریک آزادی کے لیے نظریاتی بنیاد فراہم کی۔ شیخ الہند اور ان کے رفقا کی قربانیاں مسلمانوں کے لیے مشعل راہ بن گئی۔

مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی سرگرمیاں اور غیر ملکی مسلم تحریکات سے روابط

مولانا عبید اللہ سندھیؒ (1872ء–1944ء) برصغیر کی تحریک آزادی کے ان عظیم رہنماؤں میں شمار ہوتے ہیں، جنہوں نے مسلمانوں کے سیاسی، سماجی، اور دینی حقوق کی بحالی کے لیے نہ صرف برطانوی سامراج کے خلاف جدوجہد کی، بلکہ ایک بین الاقوامی جہادی تحریک کے تصور کو عملی جامہ پہنایا۔ وہ ایک انقلابی مفکر، مصلح اور سیاسی رہنما تھے، جنہوں نے اپنی حکمت عملی اور بصیرت کے ذریعے تحریک ریشمی رومال سمیت دیگر انقلابی تحریکات کو منظم کیا اور مسلم دنیا کے اتحاد کے لیے کوشاں رہے۔

تحریک ریشمی رومال میں کردار

تحریک ریشمی رومال برطانوی سامراج کے خلاف علمائے دیوبند کی منظم مزاحمتی جدوجہد کی ایک خفیہ تحریک تھی۔ مولانا عبید اللہ سندھیؒ اس تحریک کے مرکزی رہنماؤں میں شامل تھے، جنہوں نے اس کے لیے عملی منصوبے اور بین الاقوامی روابط استوار کیے۔

1۔ **افغانستان میں قیام اور منصوبہ بندی**

مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے تحریک کے منصوبے کے تحت کابل میں قیام کیا، جہاں انہوں نے افغان حکمرانوں سے روابط قائم کیے۔ ان کا مقصد افغانستان کو ایک ایسا مرکز بنانا تھا، جہاں سے انگریزوں کے خلاف ایک منظم جدوجہد کی جا سکے۔ انہوں نے امیر حبیب اللہ خان کو تحریک میں شامل کرنے کی کوشش کی اور ایک جامع منصوبہ پیش کیا، جس میں برطانوی تسلط کو ختم کرنے کی حکمت عملی شامل تھی۔

2۔ **بین الاقوامی روابط کی تشکیل**

مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے تحریک ریشمی رومال کو ایک عالمی جہادی تحریک میں بدلنے کی کوشش کی۔ انہوں نے خلافت عثمانیہ کے رہنماؤں سے رابطے کیے، تاکہ تحریک کو ترکی کی حمایت حاصل ہو۔ روس اور جرمنی کے حکمرانوں کے ساتھ بھی تعلقات قائم کیے، تاکہ عالمی سطح پر انگریزوں کے خلاف حمایت حاصل کی جا سکے۔

بین الاقوامی مسلم تحریکات سے روابط

مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی جدوجہد محض برصغیر تک محدود نہیں تھی، بلکہ انہوں نے دنیا کے دیگر مسلم ممالک کو سامراجی تسلط کے خلاف یکجا کرنے کی کوشش کی۔

1۔ **افغانستان کی اہمیت**

افغانستان کو برطانوی سامراج کے خلاف ایک اسٹریٹجک مقام سمجھتے ہوئے مولانا نے کابل میں قیام کے دوران انقلابی منصوبے بنائے۔ ان کے مطابق افغانستان نہ صرف ایک قدرتی محاذ تھا، بلکہ مسلمانوں کی مسلح جدوجہد کے لیے ایک محفوظ پناہ گاہ بھی تھا۔

2۔ **خلافت عثمانیہ اور ترکی سے تعلقات**

مولانا نے ترک حکمرانوں اور علماء کو انگریزی سامراج کے خلاف ایک مشترکہ اسلامی اتحاد کے قیام کی دعوت دی۔ خلافت عثمانیہ سے ان کی امید تھی کہ وہ برطانوی استعمار کے خلاف دیگر مسلم ممالک کی قیادت کر سکتی ہے۔

3۔ **روس اور جرمنی کے ساتھ سفارتی روابط**

پہلی جنگ عظیم کے دوران مولانا نے روس اور جرمنی کے حکمرانوں کو انگریزوں کے خلاف تحریک کی حمایت کے لیے آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ یہ قدم اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ وہ تحریک آزادی کو ایک عالمی جدوجہد میں تبدیل کرنے کے خواہاں تھے۔

مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے انقلابی نظریات

مولانا کے نظریات مسلمانوں کے دینی اور سماجی احیا کے لیے ایک واضح حکمت عملی فراہم کرتے ہیں۔ ان کا ماننا تھا کہ آزادی نہ صرف مسلمانوں کا سیاسی حق ہے، بلکہ یہ ان کے دینی تشخص کی بقا کے لیے بھی ضروری ہے۔

1۔ **اسلامی اتحاد کا تصور**

مولانا عبید اللہ سندھیؒ مسلمانوں کو عالمی اتحاد پر زور دیتے تھے۔ ان کے مطابق امت مسلمہ کو سامراجی طاقتوں کے خلاف ایک متحد محاذ بنانا چاہیے۔

2۔ **آزادی کا دینی جواز**

مولانا نے آزادی کو مسلمانوں کا دینی فریضہ قرار دیا۔ ان کے نزدیک دین کی سربلندی صرف آزادی کی جدوجہد کے ذریعے ممکن ہے۔

3۔ **بین الاقوامی جدوجہد**

ان کے نزدیک مسلمانوں کی جدوجہد کو محض برصغیر تک محدود رکھنا کافی نہیں تھا، بلکہ اسے عالمی تحریک میں تبدیل کرنا وقت کی اہم ضرورت تھی۔

مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی خدمات کے اثرات

مولانا کی خدمات نے تحریک آزادی اور بین الاقوامی اسلامی تحریکات پر گہرے اثرات مرتب کیے۔

1۔ **آزادی کی تحریک پر اثرات**

مولانا کے نظریات اور عملی جدوجہد نے مسلمانوں کے اندر آزادی کی تحریک کو تقویت دی اور انہیں سامراجی تسلط کے خلاف منظم جدوجہد کے لیے تیار کیا۔

2۔ **بین الاقوامی تحریکات میں کردار**

مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے تحریک آزادی کو ایک عالمی جدوجہد کا رنگ دیا، جس سے دنیا کے دیگر مسلم ممالک میں بھی بیداری کی لہر پیدا ہوئی۔

3۔ **علمائے دیوبند کا انقلابی کردار**

ان کی جدوجہد نے علمائے دیوبند کے انقلابی کردار کو مزید اجاگر کیا اور برصغیر کے مسلمانوں میں ان پر اعتماد کو مضبوط کیا۔

مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی جدوجہد برطانوی سامراج کے خلاف برصغیر کے مسلمانوں کی تحریک آزادی کا ایک اہم باب ہے۔ ان کے انقلابی نظریات اور بین الاقوامی روابط نے تحریک کو وسعت دی اور اسے عالمی سطح پر ایک مضبوط بنیاد فراہم کی۔ ان کی قربانیاں اور خدمات آج بھی مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ہیں، جو اتحاد اور آزادی کے لیے جدوجہد کا درس دیتی ہیں۔

قبائلی علاقوں میں علمائے دیوبند کی جہادی جدوجہد

برطانوی استعمار کے خلاف برصغیر کے شمال مغربی قبائلی علاقوں کی مزاحمتی تحریک ایک ایسی ناقابل فراموش داستان ہے جس میں علمائے دیوبند نے نہایت اہم اور تاریخی کردار ادا کیا۔ یہ علاقے اپنی جغرافیائی اہمیت، سخت جان مزاج، اور آزادی پسندی کی وجہ سے انگریزی سامراج کے خلاف ایک طویل اور پائیدار مزاحمت کا مرکز رہے۔ قبائلی عوام، جو فطری طور پر اپنی آزادی سے محبت کرتے تھے، انگریزوں کی غلامی کو کسی صورت قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ اس مزاحمت کو ایک منظم اور دینی جہادی تحریک میں تبدیل کرنے کے لیے علمائے دیوبند نے انقلابی کردار ادا کیا، جو نہ صرف برطانوی افواج کے خلاف لڑنے میں معاون ثابت ہوا، بلکہ ان کی فکری رہنمائی نے ان قبائل کو جہاد کے دینی جواز اور اخلاقی بنیادیں بھی فراہم کی۔

دیوبندی علمانے قبائلی علاقوں میں انگریزی استعمار کے خلاف مزاحمت کو ایک منظم جدوجہد میں تبدیل کرنے کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لایا۔ علمائے دیوبند کی تحریک نہ صرف مسلح بغاوت پر مبنی تھی، بلکہ ایک فکری اور نظریاتی جدوجہد بھی تھی، جس کا مقصد قبائلی عوام کو ان کی دینی، سماجی اور سیاسی آزادی کا شعور دینا تھا۔ اس تحریک میں حاجی صاحب ترنگزئی جیسی نمایاں شخصیات نے دیوبندی فکر سے متاثر ہو کر انگریزی سامراج کے خلاف جدوجہد کا علم بلند کیا۔ حاجی صاحب ترنگزئی نے شمالی علاقوں میں علمائے دیوبند کے مشن کو آگے بڑھایا اور عوام کو یہ باور کرایا کہ انگریزوں کے خلاف لڑائی نہ صرف ایک قومی بلکہ دینی فریضہ بھی ہے۔

وزیرستان، خیبر اور دیگر قبائلی علاقے ان تحریکات کا مرکز تھے۔ یہاں کے قبائل نے علمائے دیوبند کی رہنمائی میں برطانوی افواج کے خلاف زبردست مزاحمت کی اور اپنی جغرافیائی برتری کو استعمال کرتے ہوئے انگریزوں کو مسلسل مشکلات سے دوچار رکھا۔ وزیرستان کی تحریک خصوصاً اہمیت کی حامل ہے، جہاں دیوبندی فکر کے زیر اثر مجاہدین نے انگریزی حکومت کو شکست پر شکست دی۔ یہ تحریک ایک طویل عرصے تک جاری رہی اور برطانوی حکومت کے لیے مستقل خطرہ بنی رہی۔ علمائے دیوبند کے تربیت یافتہ شاگردوں اور مقامی علمانے یہاں کے عوام کو سیاسی طور پر منظم کیا اور ان کی دینی رہنمائی کی۔

یہ مزاحمت محض ایک عسکری جدوجہد نہیں تھی، بلکہ اس میں دینی اور فکری پہلوؤں کو بھی شامل کیا گیا۔ علمائے دیوبند نے ان قبائل کو دینی تعلیم سے آراستہ کیا اور انہیں یہ باور کرایا کہ آزادی ان کا بنیادی حق ہے اور غلامی دین اسلام کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہے۔ اس فکری بیداری نے نہ صرف ان قبائل کو انگریزوں کے خلاف صف آراء کیا، بلکہ ان کے اندر ایک نیا ولولہ اور جذبہ پیدا کیا۔ اس کے نتیجے میں برطانوی افواج کو نہ صرف عسکری نقصان اٹھانا پڑا، بلکہ ان کے خلاف نفرت میں بھی اضافہ ہوا، جو بعد میں تحریک آزادی کے دیگر حصوں میں بھی نظر آیا۔

قبائلی علاقوں کی مزاحمت کی ایک اور خاص بات یہ تھی کہ یہ تحریک ایک اجتماعی جہاد کی شکل اختیار کر گئی تھی، جس میں ہر قبیلے نے اپنی حیثیت کے مطابق حصہ لیا۔ محدود وسائل کے باوجود قبائلی عوام نے آزادی کے لیے عظیم قربانیاں دیں۔ ان کے اندر کا یہ جذبہ، جو علمائے دیوبند کی تعلیمات اور رہنمائی کا نتیجہ تھا، انگریزوں کے لیے ایک ایسا چیلنج بن گیا، جسے وہ کبھی مکمل طور پر ختم نہیں کر سکے۔ قبائلی علاقوں کی تحریکوں کی شدت اور استقامت نے نہ صرف برطانوی حکومت کے لیے مشکلات پیدا کیں بلکہ برصغیر کی مجموعی آزادی کی تحریک پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے۔

یہ تحریکات ایک مثالی مزاحمت تھی، جنہوں نے دنیا کے سامنے یہ واضح کر دیا کہ دینی قیادت کے تحت ایک کمزور اور وسائل سے محروم قوم بھی ظلم و جبر کے خلاف کھڑے ہونے کا حوصلہ رکھتی ہے۔ علمائے دیوبند نے ان قبائلی تحریکات کے ذریعے یہ ثابت کیا کہ آزادی صرف ایک سیاسی ضرورت نہیں، بلکہ دینی فریضہ بھی ہے، جس کے بغیر ایک مسلمان کی زندگی نامکمل ہے۔ یہ تحریکات برصغیر کی تحریک آزادی کے اہم ترین ابواب میں سے ایک ہیں، جنہوں نے بعد کے آزادی پسند رہنماؤں کو بھی ایک عملی مثال فراہم کی۔

ان تحریکات کے اثرات نہ صرف قبائلی علاقوں تک محدود رہے، بلکہ پورے برصغیر پر محسوس کیے گئے۔ علمائے دیوبند کی قیادت نے برطانوی سامراج کے خلاف جہاد کو نہ صرف دینی جواز فراہم کیا، بلکہ اسے ایک منظم اور قابل عمل شکل بھی دی۔ ان کی قربانیوں اور جدوجہد نے برصغیر کے مسلمانوں کے اندر آزادی کا جذبہ پیدا کیا اور ان کی تحریکات نے ہندوستان کی مجموعی آزادی کی جدوجہد کے لیے ایک مضبوط بنیاد فراہم کی۔ قبائلی علاقوں کی یہ مزاحمت، جو دیوبندی فکر اور رہنمائی سے معمور تھی، آج بھی حریت اور دینی غیرت کی ایک روشن مثال ہے۔

متحدہ ہندوستان یا دو قومی نظریہ میں علمائے دیوبند کی رائے

برطانوی استعمار کے خلاف برصغیر کی جدوجہد آزادی میں مسلمانوں کے دو بڑے نظریات سامنے آئے: متحدہ ہندوستان اور دو قومی نظریہ۔

دو قومی نظریہ

متحدہ ہندوستان کے حامی یہ تصور رکھتے تھے کہ تمام قومیتوں کو ایک ساتھ رہتے ہوئے انگریزوں کے تسلط سے آزادی حاصل کرنی چاہیے، جبکہ دو قومی نظریے کے حامی یہ مانتے تھے کہ مسلمان اور ہندو دو الگ قومیں ہیں، جن کا مذہب، ثقافت اور سماجی نظام مختلف ہے اور اس لیے مسلمانوں کو ایک علیحدہ ریاست درکار ہے۔

علمائے دیوبند، جو مسلمانوں کی دینی و فکری قیادت کا ایک اہم مرکز تھا، اس بحث میں نہایت اہم کردار ادا کرتے رہے۔ ان کی اکثریت متحدہ ہندوستان کے تصور کی حمایت کرتی تھی، لیکن کچھ علمائے کرام دو قومی نظریے کے حامی بھی تھے۔ اس اختلاف نے تحریک آزادی میں مسلمانوں کے موقف کو مختلف جہات فراہم کیں۔

علمائے دیوبند اور متحدہ ہندوستان کا تصور

علمائے دیوبند کی اکثریت کا یہ موقف تھا کہ ہندوستان کی تمام قومیتوں کو مل کر انگریزوں کے خلاف جدوجہد کرنی چاہیے اور آزادی کے بعد ہندوستان کو ایک متحدہ ملک کے طور پر برقرار رکھنا چاہیے۔

1۔ متحدہ جدوجہد کی دینی و سیاسی بنیادیں

دینی نظریہ

علمائے دیوبند کے نزدیک اسلام امن، انصاف، اور ہم آہنگی کا دین ہے اور ہندوستان جیسے متنوع معاشرے میں مسلمانوں کو اپنے مذہب پر عمل کرتے ہوئے دیگر قوموں کے ساتھ پرامن بقائے باہمی کے اصول پر چلنا چاہیے۔

سیاسی حکمت عملی

علمائے دیوبند نے متحدہ جدوجہد کو انگریزوں کے خلاف زیادہ مؤثر سمجھا۔ ان کے خیال میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ جدوجہد ہی آزادی کی طرف لے جاسکتی ہے۔

2۔ جمعیت علمائے ہند اور کانگریس کے ساتھ اتحاد

جمعیت علمائے ہند کی بنیاد

1919ء میں قائم ہونے والی جمعیت علمائے ہند نے متحدہ ہندوستان کے تصور کو عملی شکل دی۔

مولانا محمود حسنؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ اور دیگر علما نے جمعیت کے ذریعے ہندو مسلم اتحاد کے لیے کام کیا۔

جمعیت نے ہندوستان کو انگریزی تسلط سے آزاد کرانے کے لیے کانگریس کے ساتھ تعاون کیا۔

مولانا حسین احمد مدنی کا موقف

مولانا حسین احمد مدنیؒ نے یہ مؤقف پیش کیا کہ ہندوستان میں رہنے والی تمام قومیتوں کو انگریزوں کے خلاف ایک متحدہ قومیت کے طور پر کام کرنا چاہیے، کیونکہ آزادی کے بعد مسلمان اپنی مذہبی آزادی کو برقرار رکھ سکیں گے۔

3۔ دو قومی نظریے سے اختلاف

فقہی اختلاف

علمائے دیوبند کی اکثریت یہ مانتی تھی کہ اسلام کے اصولوں کے مطابق کسی بھی ملک میں مسلمانوں کو اپنے دین پر عمل کرنے کا حق حاصل ہے، چاہے وہ اقلیت میں ہی کیوں نہ ہوں۔

سیاسی تحفظات

علمائے دیوبند کو یہ خدشہ تھا کہ مسلمانوں کو ایک علیحدہ ریاست میں منتقل کرنے سے وہ باقی ہندوستان میں اپنی دینی، سماجی، اور ثقافتی حیثیت کھو بیٹھیں گے۔ ان کے نزدیک متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کا کردار زیادہ مؤثر ہو سکتا تھا۔

دو قومی نظریے کے حامی علمائے دیوبند

علمائے دیوبند میں ایک ایسا گروہ بھی تھا، جو دو قومی نظریے کا حامی تھا۔ ان کا موقف تھا کہ مسلمان اور ہندو دو الگ قومیں ہیں اور مسلمانوں کے لیے اپنی علیحدہ ریاست کا قیام ضروری ہے۔

1۔ دو قومی نظریے کی بنیادیں

اسلامی تشخص کا تحفظ

دو قومی نظریے کے حامی علما کا کہنا تھا کہ ہندو اکثریت کے تسلط میں مسلمان اپنے دینی اور ثقافتی تشخص کو محفوظ نہیں رکھ سکیں گے۔

اسلامی حکومت کا قیام

ان کے نزدیک مسلمانوں کو ایک ایسی ریاست کی ضرورت تھی جہاں شریعت کے مطابق اسلامی نظام نافذ ہو سکے۔

2۔ تحریک پاکستان کی حمایت

مولانا اشرف علی تھانویؒ

مولانا اشرف علی تھانویؒ اور ان کے شاگردوں نے تحریک پاکستان کی حمایت کی اور مسلمانوں کے لیے علیحدہ ریاست کے قیام کو ضروری سمجھا۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے تحریک پاکستان میں قائد اعظم کے ساتھ قریبی تعاون کیا اور پاکستان کے قیام کے بعد اسے ایک اسلامی ریاست بنانے کے لیے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔

تحریک آزادی کے دوران اختلافات اور اثرات

تحریک آزادی کے دوران علمائے دیوبند کے اندر متحدہ ہندوستان اور دو قومی نظریے کے حوالے سے اختلافات رہے، لیکن یہ اختلافات فکری دائرے میں تھے اور دونوں گروہوں کا مقصد مسلمانوں کے دینی و سیاسی حقوق کا تحفظ تھا۔

1۔ ہندو مسلم اتحاد کا پیغام

متحدہ ہندوستان کے حامی علمانے ہندو مسلم اتحاد کو فروغ دیا اور انگریزوں کے خلاف ایک متحدہ محاذ بنایا۔

2۔ علیحدہ ریاست کی حمایت

دو قومی نظریے کے حامی علمانے مسلمانوں کو علیحدہ ریاست کے قیام کے لیے تیار کیا اور تحریک پاکستان کو مذہبی جواز فراہم کیا۔

علمائے دیوبند کے اندر دو مختلف نظریات موجود تھے، لیکن دونوں کا مقصد مسلمانوں کے دینی و سماجی حقوق کا تحفظ تھا۔ متحدہ ہندوستان کے حامیوں نے ہندو مسلم اتحاد کے ذریعے ایک مشترکہ جدوجہد کو ترجیح دی، جبکہ دو قومی نظریے کے حامیوں نے علیحدہ ریاست کے قیام کو مسلمانوں کے دینی اور سیاسی تشخص کے لیے ضروری سمجھا۔ دونوں نظریات نے تحریک آزادی میں مسلمانوں کی قیادت اور جدوجہد کو مضبوط کیا اور برصغیر کی تاریخ پر انمٹ نقوش چھوڑے۔

تقسیم کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کی صورت حال

1947ء میں برصغیر کی تقسیم کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کو ایک اقلیتی حیثیت میں رہنا پڑا۔ تقسیم کے نتیجے میں لاکھوں مسلمانوں نے ہجرت کی اور جو ہندوستان میں رہ گئے، انہیں اپنی دینی، سماجی اور سیاسی حیثیت کے تحفظ کے لیے نئے چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا۔ ان حالات میں علمائے دیوبند نے مسلمانوں کی رہنمائی کا بیڑہ اٹھایا اور ان کے حقوق کے تحفظ، دینی تشخص کی بقا اور سماجی اصلاح کے لیے ایک جامع حکمت عملی اپنائی۔

علمائے دیوبند کی قیادت میں مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ

1۔ جمعیت علمائے ہند کی قیادت

تقسیم کے بعد جمعیت علمائے ہند مسلمانوں کے لیے ایک اہم پلیٹ فارم بن کر سامنے آئی، جس نے ان کی سیاسی اور دینی رہنمائی کی۔

آئینی حقوق کا دفاع

جمعیت علمائے ہند نے ہندوستان کے آئین میں مسلمانوں کے مذہبی اور سماجی حقوق کو شامل کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے مسلمانوں کو سیاسی عمل میں شامل ہونے کی ترغیب دی تاکہ وہ جمہوری نظام کے ذریعے اپنے مسائل حل کر سکیں۔

سیکولرزم کی حمایت

علمائے دیوبند نے ہندوستان کے سیکولر آئین کو مسلمانوں کے لیے ایک حفاظتی ڈھانچے کے طور پر قبول کیا اور اس کی حمایت کی۔ انہوں نے زور دیا کہ مسلمانوں کو اپنی مذہبی آزادی اور دینی اداروں کی حفاظت کے لیے سیکولر اصولوں کے تحت جدوجہد کرنی چاہیے۔

2۔ مسلمانوں کی سماجی و تعلیمی ترقی

علمائے دیوبند نے مسلمانوں کو تعلیمی اور سماجی میدان میں مضبوط کرنے کے لیے کئی اقدامات کیے۔

مدارس کے نظام کو مضبوط بنانا

دارالعلوم دیوبند اور اس سے وابستہ مدارس مسلمانوں کے دینی تشخص کو برقرار رکھنے کا اہم ذریعہ بنے۔ ان مدارس نے مسلمانوں کو دینی شعور دینے کے ساتھ ساتھ ان کے اندر سماجی اور سیاسی شعور بھی پیدا کیا۔

تعلیمی اصلاحات

علمائے دیوبند نے مسلمانوں کو جدید تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دی، تاکہ وہ معاشی اور سماجی طور پر مضبوط ہو سکیں۔

3۔ دینی تشخص کی حفاظت

تقسیم کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کے لیے سب سے بڑا چیلنج ان کے دینی تشخص کی حفاظت تھا۔

عبادات اور شعائر اسلام کا تحفظ

علمائے دیوبند نے مسلمانوں کے مذہبی شعائر اور عبادات کی حفاظت کے لیے قانونی اور سماجی جدوجہد کی۔ مساجد، مدارس اور وقف کی جائیدادوں کے تحفظ کے لیے اقدامات کیے گئے۔

شریعت کے نفاذ کا مطالبہ

علمائے دیوبند نے مسلمانوں کے لیے شریعت کے نفاذ کو ایک اہم مسئلہ قرار دیا اور پرسنل لا کو محفوظ رکھنے کے لیے جدوجہد کی۔

سیاسی میدان میں علمائے دیوبند کا کردار

1۔ سیکولر سیاست میں شمولیت

تقسیم کے بعد علمائے دیوبند نے ہندوستان کی سیاست میں مسلمانوں کے لیے ایک متوازن اور دانشمندانہ حکمت عملی اختیار کی۔

کانگریس کے ساتھ تعلقات

جمعیت علمائے ہند نے کانگریس کے ساتھ اپنے تعلقات برقرار رکھے اور مسلمانوں کو قومی سیاست میں شامل ہونے کی ترغیب دی۔ ان کا ماننا تھا کہ مسلمانوں کے مسائل کا حل ہندوستان کی سیکولر سیاست میں شمولیت کے ذریعے ممکن ہے۔

فرقہ وارانہ سیاست کی مخالفت

علمائے دیوبند نے ہندوستان میں فرقہ وارانہ سیاست کی سختی سے مخالفت کی اور مسلمانوں کو فرقہ واریت سے بچنے کی تلقین کی۔

2۔ **مسلمانوں کے سیاسی حقوق کا تحفظ**

انتخابی عمل میں شرکت

علمائے دیوبند نے مسلمانوں کو ہندوستان کے جمہوری نظام میں فعال شرکت کی ترغیب دی تاکہ وہ اپنے سیاسی حقوق کا دفاع کر سکیں۔

اقلیتی مسائل کا حل

مسلمانوں کے لیے تعلیمی اداروں، وقف جائیدادوں اور مذہبی آزادی کے تحفظ کو اہم سیاسی مسائل کے طور پر اجاگر کیا گیا۔

فرقہ واریت اور شدت پسندی کے خلاف موقف

1۔ **فرقہ واریت کے خلاف جدوجہد**

تقسیم کے بعد ہندوستان میں فرقہ واریت کے مسائل شدت اختیار کر گئے۔

اتحادِ امت کی کوششیں

علمائے دیوبند نے مسلمانوں کے درمیان فرقہ واریت کے خاتمے اور اتحاد پیدا کرنے کے لیے کوششیں کیں۔ ان کا کہنا تھا کہ مسلمانوں کو متحد ہو کر اپنے دینی اور سیاسی مسائل کا حل تلاش کرنا چاہیے۔

2۔ **شدت پسندی کے خلاف موقف**

امن اور بھائی چارے کا پیغام

علمائے دیوبند نے مسلمانوں کو شدت پسندی اور انتہا پسندی سے دور رہنے کی تلقین کی۔ انہوں نے اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں امن، انصاف اور ہم آہنگی کو فروغ دیا۔

علمائے دیوبند کی حکمت عملی کے اثرات

1۔ **دینی اداروں کا تحفظ**

دارالعلوم دیوبند اور دیگر مدارس نے مسلمانوں کے دینی تشخص کو محفوظ رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان اداروں نے مسلمانوں کو دینی اور دنیاوی تعلیم کی اہمیت کا شعور دیا۔

2۔ **سماجی و سیاسی شعور کی بیداری**

علمائے دیوبند کی قیادت نے مسلمانوں کے اندر سماجی اور سیاسی شعور پیدا کیا، جس سے وہ اپنے مسائل کا مؤثر حل تلاش کر سکے۔

3۔ **اقلیتوں کے حقوق کا دفاع**

علمائے دیوبند نے ہندوستان میں مسلمانوں کے اقلیتی حقوق کے تحفظ کے لیے قانونی اور سماجی جدوجہد کی، جو آج بھی جاری ہے۔ تقسیم کے بعد ہندوستان میں علمائے دیوبند نے مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے ایک جامع حکمت عملی اپنائی، جس میں دینی تشخص کی حفاظت، سماجی اصلاح اور سیاسی شعور پیدا کرنا شامل تھا۔ ان کی قیادت نے مسلمانوں کو جمہوری عمل میں شامل ہونے اور اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے پرامن اور دانشمندانہ طریقے اختیار کرنے کی ترغیب دی۔ ان کی یہ جدوجہد آج بھی ہندوستان میں مسلمانوں کے لیے ایک مشعل راہ ہے۔

تقسیم کے بعد پاکستان میں علمائے دیوبند کا کردار

1947ء میں برصغیر کی تقسیم کے نتیجے میں پاکستان کے قیام نے مسلمانوں کو ایک علیحدہ ریاست فراہم کی، جہاں وہ اپنے مذہبی، سماجی اور سیاسی تشخص کو اسلامی اصولوں کے مطابق پروان چڑھا سکیں۔ علمائے دیوبند کے ایک بڑے طبقے نے تحریک پاکستان کی حمایت کی اور بعد میں پاکستان میں دینی نظام کے نفاذ اور معاشرتی اصلاح کے لیے اہم کردار ادا کیا۔

پاکستان میں علمائے دیوبند نے نہ صرف اسلامی قوانین کی بنیاد پر نظام حکومت کے قیام کے لیے کوشش کی، بلکہ تعلیم، سماجی اصلاح اور شدت پسندی کے خلاف اقدامات کے ذریعے ملک کے اندر اسلامی شعور کو فروغ دیا۔

پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کی جدوجہد

1۔ **آئین سازی اور اسلامی قوانین کے نفاذ کی تحریک**

پاکستان کے قیام کے بعد دیوبندی علما نے اسلامی نظام کے نفاذ کو اپنی ترجیح بنایا۔

قرارداد مقاصد (1949ء)

دیوبندی علماء نے قرارداد مقاصد کے نفاذ کی حمایت کی، جو پاکستان کو ایک اسلامی ریاست کے طور پر تشکیل دینے کی بنیاد تھی۔ اس قرارداد میں یہ تسلیم کیا گیا کہ حاکمیت اعلیٰ اللہ کی ہے اور تمام قوانین قرآن وسنت کے مطابق ہوں گے۔

آئینی جدوجہد

دیوبندی علما نے آئین سازی کے دوران اسلامی دفعات کے لیے اہم کردار ادا کیا۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور دیگر دیوبندی علما نے پاکستانی آئین میں اسلامی اصولوں کی شمولیت کو یقینی بنانے کے لیے سیاسی جماعتوں کے ساتھ کام کیا۔

2۔ **شریعت کے نفاذ کی تحریکات**

جمعیت علمائے اسلام کا قیام (1945ء)

دیوبندی علما نے جمعیت علمائے اسلام کے پلیٹ فارم سے شریعت کے نفاذ کے لیے سیاسی جدوجہد کی۔ مولانا مفتی محمودؒ جیسے رہنماؤں نے پاکستان میں دینی شعور پیدا کرنے کے لیے عوامی رابطہ مہم چلائی۔

نفاذ اسلام کی تحریک

دیوبندی علما نے ملک میں اسلامی عدالتوں اور شرعی قوانین کے نفاذ کے لیے مختلف تحریکات میں حصہ لیا۔

تعلیم اور مدارس کا قیام

1۔ **دینی مدارس کے نیٹ ورک کی توسیع**

پاکستان میں دیوبندی علما نے دینی تعلیم کے فروغ کے لیے بڑے پیمانے پر مدارس قائم کیے۔

دار العلوم کراچی

مفتی شفیعؒ نے دار العلوم کراچی کی بنیاد رکھی، جو آج پاکستان کا ایک اہم دینی ادارہ ہے۔ اس ادارے نے اسلامی تعلیم کے ساتھ ساتھ سماجی شعور پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

مدارس کے ذریعے دینی شعور

دیوبندی علمانے مدارس کو دین کی بقااور اسلامی تعلیمات کی ترویج کے مراکز کے طور پر استعمال کیا۔ ان مدارس نے اسلامی علوم کے ماہرین اور دینی رہنماؤں کو تربیت دی۔

2۔ عصری تعلیم کے ساتھ امتزاج

تعلیمی اصلاحات کی تجویز

دیوبندی علمانے دینی مدارس اور جدید تعلیمی اداروں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے اصلاحات کی تجویز دی۔ ان کے نزدیک دینی اور دنیاوی تعلیم کا امتزاج ایک مضبوط اسلامی ریاست کی بنیاد ہے۔

سماجی اصلاحات اور فرقہ واریت کے خلاف جدوجہد

1۔ سماجی انصاف کی تحریکات

معاشرتی مساوات

علمائے دیوبند نے پاکستان میں سماجی انصاف کو فروغ دینے کے لیے جدوجہد کی۔ غربت، جہالت اور دیگر سماجی مسائل کے حل کے لیے دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عملی اقدامات پر زور دیا۔

اخلاقی اصلاحات

دیوبندی علمانے سماج میں اخلاقی اور دینی شعور بیدار کرنے کے لیے عوامی رابطہ مہم چلائی۔

2۔ فرقہ واریت اور شدت پسندی کے خلاف موقف

اتحادِ امت کی کوششیں

دیوبندی علمانے فرقہ واریت کو مسترد کرتے ہوئے مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کی۔ ان کا موقف تھا کہ اسلامی معاشرے کی ترقی کے لیے فرقہ واریت ایک بڑی رکاوٹ ہے۔

شدت پسندی کے خلاف فتوے

دیوبندی علمانے شدت پسندی اور دہشت گردی کو اسلام کے خلاف قرار دیا اور اس کے خاتمے کے لیے دینی تعلیمات کو فروغ دیا۔

برصغیر میں جہادی تحریکات کے اثرات

1857ء کی جنگ آزادی کے بعد برصغیر میں علمائے دیوبند کی قیادت میں جہادی تحریکات کا آغاز ہوا، جو نہ صرف برطانوی سامراج کے خلاف مزاحمت کا استعارہ بنیں، بلکہ مسلمانوں کے فکری، دینی اور سماجی شعور کو ایک نئی جہت دینے کا ذریعہ بھی ثابت ہوئیں۔ یہ تحریکیں اپنے وقت کی ضرورت تھیں، جنھوں نے مسلمانوں کو غلامی کے اندھیروں سے نکال کر آزادی، خودمختاری اور اسلامی تشخص کے تحفظ کے لیے متحرک کیا۔ ان تحریکات کا بنیادی مقصد نہ صرف استعماریت کے خلاف عملی جدوجہد کرنا تھا، بلکہ مسلمانوں میں دینی تعلیمات کو زندہ رکھنا اور انہیں اپنی تہذیبی اور سیاسی ذمہ داریوں کا شعور دینا بھی تھا۔ علمائے دیوبند کی ان تحریکات کے اثرات برصغیر کے تمام پہلوؤں پر پڑے۔

دینی و تعلیمی بیداری

ان تحریکات نے دین کی اصل روح کو زندہ رکھا اور مدارس کے قیام کے ذریعے اسلامی تعلیمات کی حفاظت کی۔

سیاسی شعور

سامراجی تسلط کے خلاف مزاحمت کے لیے عوامی سطح پر شعور پیدا کیا۔

سماجی اتحاد

مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کیا اور ان میں سماجی اور مذہبی وحدت کو فروغ دیا۔ یہ تحریکیں نہ صرف برطانوی استعمار کے خاتمے کی بنیاد بنیں، بلکہ برصغیر کے سماجی اور فکری ڈھانچے پر گہرے اثرات چھوڑ گئیں، جن کا اثر آج تک محسوس کیا جاتا ہے۔ اس باب میں ہم ان تحریکات کے اثرات کا تفصیلی جائزہ لیں گے، جنہوں نے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کو بدلنے میں اہم کردار ادا کیا۔

برصغیر میں مسلمانوں کے اندر آزادی کا شعور بیدار کرنا

1857ء کی جنگ آزادی برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ایک عظیم سانحہ تھی۔ سیاسی طاقت کا زوال، تعلیمی و مذہبی اداروں کی تباہی اور انگریزی حکومت کے جبر نے مسلمانوں کو ایک شدید بحران میں مبتلا کر دیا۔ ایسے حالات میں علمائے دیوبند نے اپنی دینی و فکری بصیرت کو بروئے کار لا کر مسلمانوں کو نہ صرف آزادی کی اہمیت کا شعور دیا، بلکہ ان میں ایک نیا حوصلہ پیدا کیا۔ ان کی یہ جدوجہد انفرادی کوششوں سے آگے بڑھ کر ایک اجتماعی تحریک میں تبدیل ہوئی، جس کے اثرات آنے والی کئی دہائیوں تک محسوس کیے گئے۔

آزادی کا دینی تصور اور مسلمانوں کا اعتماد بحال کرنا

علمائے دیوبند نے آزادی کی جدوجہد کو دینی بنیادوں پر استوار کرتے ہوئے اسے قرآن وسنت کے اصولوں سے جوڑا۔ انہوں نے غلامی کے خاتمے کو اسلامی تعلیمات کے مطابق عدل، خود مختاری اور انسانی آزادی کے اصولوں سے ہم آہنگ کیا۔ انگریزی حکمرانی کو غیر شرعی قرار دیتے ہوئے علما نے یہ واضح کیا کہ آزادی حاصل کرنا نہ صرف مسلمانوں کی دنیاوی ضرورت ہے، بلکہ ان کے ایمان کا تقاضا بھی ہے۔ اس دینی تشریح نے انگریزوں کے خلاف مسلمانوں کی جدوجہد کو ایک مذہبی تحریک کی شکل دی۔ یہ اثرات نہ صرف برصغیر میں بلکہ عالمی سطح پر بھی دیکھے گئے، جہاں دیگر مسلم اقوام نے اپنی آزادی کی تحریکوں کو دینی بنیادوں پر منظم کیا۔ علما نے عوام کے اندر یہ یقین پیدا کیا کہ آزادی کی جدوجہد ایک دینی فریضہ ہے اور یہ کہ غلامی دین و دنیا دونوں کے لیے نقصان دہ ہے۔

سیاسی شعور کی بیداری اور تحریک آزادی کا تسلسل

1857ء کے بعد مسلمانوں کے اندر سیاسی شعور کو بیدار کرنا علمائے دیوبند کی اہم کامیابیوں میں سے ایک تھا۔ انہوں نے عوام کو یہ باور کرایا کہ غلامی کے تسلسل سے نہ صرف ان کی سیاسی خود مختاری ختم ہو جائے گی، بلکہ ان کی تہذیب، ثقافت اور دینی تشخص بھی معدوم ہو سکتا ہے۔ علمائے دیوبند کی اس کوشش کا سب سے بڑا اثر یہ ہوا کہ برصغیر کے مسلمانوں میں سیاسی جدوجہد کا شعور پیدا ہوا، جس نے آگے چل کر تحریک خلافت اور تحریک پاکستان جیسے بڑے سیاسی اقدامات کو جنم دیا۔ انگریزی حکومت کے خلاف مزاحمت صرف انفرادی کوششوں تک محدود نہیں رہی بلکہ ایک منظم تحریک کی شکل اختیار کر گئی۔ علما نے مسلمانوں کو یہ سکھایا کہ اپنی جدوجہد کو پرامن، مضبوط اور طویل المدتی منصوبہ بندی کے تحت انجام دیا جائے۔

تعلیمی احیا اور سماجی شعور کی بیداری

دارالعلوم دیوبند کے قیام نے مسلمانوں کے اندر دینی و تعلیمی شعور کو بیدار کرنے میں ایک سنگِ میل کا کردار ادا کیا۔ علمائے دیوبند نے نہ صرف تعلیمی زوال کے دور میں دین کی حفاظت کی بلکہ مسلمانوں کو سماجی شعور بھی دیا۔ انہوں نے مدارس کے ذریعے ایک ایسی نسل تیار کی جو نہ صرف دین کی حفاظت کے لیے تیار ہو بلکہ سماج میں اصلاحات کے ذریعے معاشرتی مسائل کو بھی حل کر سکے (19)۔

مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ نے آگے چل کر سماج میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ علما نہ صرف دینی مسائل میں رہنمائی فراہم کرتے تھے بلکہ عوام کو سماجی و سیاسی میدان میں بھی متحرک کرتے تھے۔ ان کی یہ کوششیں آگے چل کر انیسویں اور بیسویں صدی میں مسلمانوں کی سیاسی، تعلیمی اور سماجی ترقی کی بنیاد بنیں۔

برصغیر کے سیاسی، تعلیمی اور سماجی نظام پر علمائے دیوبند کے اثرات

علمائے دیوبند کی تحریکات نے برصغیر میں نہ صرف دینی بیداری پیدا کی بلکہ سیاسی نظام پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد برطانوی تسلط نے مسلمانوں کے سیاسی، سماجی، اور تعلیمی ڈھانچے کو بکھیر کر رکھ دیا تھا۔ انگریزوں کی استبدادی پالیسیوں نے مسلمانوں کی دینی اور ثقافتی بقا کو خطرے میں ڈال دیا، لیکن ایسے حالات میں علمائے دیوبند نے مسلمانوں کو آزادی کی جدوجہد کے لیے تیار کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ ان کی کوششیں صرف مذہبی بیداری تک محدود نہ تھیں بلکہ ان کا دائرہ اثر سیاسی شعور کی بیداری اور قیادت کی تیاری تک وسیع تھا۔

برطانوی سامراج کے خلاف مزاحمت

برطانوی سامراج کے خلاف علمائے دیوبند کی جدوجہد نہ صرف مزاحمتی تحریک کا آغاز تھی بلکہ ایک فکری اور عملی انقلاب بھی تھی، جس نے مسلمانوں کے سیاسی نظام کو از سرِ نو ترتیب دیا۔

تحریکِ آزادی میں کردار

علمائے دیوبند نے 1857ء کی جنگ آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔ اس جنگ کے بعد بھی ان کی تحریکات نے آزادی کی جدوجہد کو جاری رکھا۔ انگریزی حکمرانی کے خلاف مزاحمت کو منظم کرنے کے لیے علمائے دیوبند نے سیاسی شعور پیدا کیا اور عوام کو یہ باور کرایا کہ آزادی ان کی دینی اور دنیاوی بقا کے لیے ناگزیر ہے۔ تحریکِ خلافت اور تحریکِ آزادی ہند میں علمائے دیوبند کا کردار اس بات کا عملی ثبوت ہے کہ ان کی کوششوں نے مسلمانوں کو نہ صرف ایک متحد قوت بنایا بلکہ ان کے سیاسی حقوق کے لیے آواز بلند کی۔

جہاد کا سیاسی پہلو

علمائے دیوبند نے برطانوی حکومت کے خلاف جہاد کو ایک دینی فریضہ قرار دے کر سیاسی جدوجہد کو شرعی بنیاد فراہم کی۔ انہوں نے واضح کیا کہ آزادی کی جدوجہد اسلام کی تعلیمات کے مطابق ایک دینی فریضہ ہے، جسے کسی بھی صورت نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس نقطہ نظر نے مسلمانوں کو اپنی جدوجہد میں ایک مذہبی جواز فراہم کیا، جس نے آزادی کی تحریک کو مزید تقویت بخشی۔

خلاصہ بحث

علمائے دیوبند کی تاریخ، جہاد کے فکری اور عملی پہلوؤں سے جُڑی ہوئی ہے۔ انگریز سامراج کے خلاف مزاحمت ہو، مسلم ممالک کے خلاف استعماری سازشوں کا مقابلہ ہو، یا امت مسلمہ کے سیاسی اور دینی تشخص کا تحفظ، علمائے دیوبند ہر میدان میں صفِ اول میں نظر آتے ہیں۔ ان کے جہادی نظریات کی بنیاد قرآن و سنت پر استوار ہے، جس میں جہاد کو نہ صرف ایک شرعی حکم، بلکہ ایک روحانی و اصلاحی تحریک کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

جہاد کو علمائے دیوبند نے ہمیشہ ظلم کے خلاف جدوجہد اور دین کے دفاع کا اہم ذریعہ سمجھا۔ ان کی تعلیمات اور تحریکات نے برصغیر میں مسلمانوں کے اندر آزادی، خود مختاری اور دینی غیرت کا جذبہ پیدا کیا۔

علمائے دیوبند کا جہاد محض ایک عسکری مزاحمت نہیں، بلکہ ایک نظریاتی اور اصلاحی تحریک بھی تھی، جس کا مقصد امت مسلمہ کو سیاسی، سماجی اور دینی سطح پر مضبوط کرنا تھا۔ یہ جہاد ہمیشہ اصولوں پر مبنی رہا، جس میں ظلم و فساد کے خاتمے اور عدل و انصاف کے قیام کو بنیادی حیثیت دی گئی۔

علمائے دیوبند کی تحریکات، قربانیاں، انقلابی سوچ اور ان کے نظریات نے نہ صرف برصغیر، بلکہ بین الاقوامی مسلم تحریکات پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے۔ علمائے دیوبند کا جہاد دین، ملت اور انسانیت کی خدمت کا ایک روشن باب ہے۔ ان کے افکار آج بھی مسلمانوں کے لیے ایک رہنمائی فراہم کرتے ہیں، جس میں جہاد کو فتنہ و فساد سے الگ کر کے ایک منظم اور پرامن جدوجہد کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

علمائے دیوبند نے برطانوی حکومت کے خلاف جہاد کو ایک دینی فریضہ قرار دے کر سیاسی جدوجہد کو شرعی بنیاد فراہم کی۔ انہوں نے واضح کیا کہ آزادی کی جدوجہد اسلام کی تعلیمات کے مطابق ایک دینی فریضہ ہے، جسے کسی بھی صورت نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس نقطہ نظر نے مسلمانوں کو اپنی جدوجہد میں ایک مذہبی جواز فراہم کیا، جس نے آزادی کی تحریک کو مزید تقویت بخشی۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

---

[1] (حافظ محمد اکبر شاہ بخاری، اکابر علماءدیوبند، الطبعة الجديدة: (1419ھ-1999م)، ادارہ اسلامیات، لاہور، کراچی، ص44)

Akaber e ulama e deoband, Idara e islamiyat Lahore,

[2] (اکابر علماءدیوبند، ص125۔127)

Akaber e ulama e deoband,p.127-125

[3] (اکابر علماءدیوبند، ص112۔117)

Akaber e ulama e deoband,p.117-112

[4] (الزركلي، خير الدين بن محمود بن محمد بن علي من فارس الدمشقي، الاعلام للزركلی، الطبعة: الخامسة عشر، 2002م، دار العلم للملايين۔ ج1 ص193)

Al aalam li Zarkashi, Dar ul elm lil mlayeen,Vol.1,p.193

[5] ابن فارس، معجم مقاييس اللغة، 210

Ibn e faris, Mojamul maqayeesl lugah,p.210

[6] (اکابر علماءدیوبند، ص125۔127)

Akaber e ulama e deoband,p.125

[7] الاصفهاني، المفردات، ج2، ص46

Al Asfahani, Almufradaat,Vol.2,p.46

[8] ابن فارس، معجم مقاييس اللغة، 210

Ibn e faris, Mojamul maqayeesl lugah,p.210

[9] السرخسي، محمد بن أحمد بن أبي سهل شمس الأئمة، المبسوط، بيروت: دار المعرفة، 1414ھ-1993م، ج10، ص03

Al sarakhsi,Al mabsoot,darul marirat, baerot,Vol.10,p.3

[10] التوبة: 41/9

Al toba,versis.41

[11] التوبة: 38-39/9

Al Toba,versis.38-39

[12] أصول السرخسي، محمد بن أحمد بن أبي سهل شمس الأئمة السرخسي (م: 483ھ)، دار المعرفة – بيروت، ج2، ص292

Usool is Sarakhsi,Darul Marifat,Vol.2,p.292

[13](اکابر علماء دیوبند، ص12-27)

Akaber e ulama e deoband,p.12-27

(https//Ur.m.Wikipedia.org/w)[14]

(https//Ur.m.Wikipedia.org/w)[15]

(https//Ur.m.Wikipedia.org/w)[16]

[17](اکابر علمائے دیوبند، ص27-33)

Akaber e ulama e deoband,p.33-27

[18]۔(اکابر علمائے دیوبند، ص60-72)

Akaber e ulama e deoband,p.60-72

[19] تاریخ دار العلوم دیوبند، ج1، ص136

Takeekh Ulama E deoband,Vol.1,p.136